دارالعلوم حقانیہ کے طلباء سے
جناب اے کے بروہی
کا
خطاب

۲۸ اپریل ۱۹۷۸ء کو ملک کے ممتاز اور مایہ ناز ماہر قانون جناب اے۔ کے بروہی صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ مقصد تشریف آوری حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ملاقات تھی۔ نہایت مخلصانہ جذبات عقیدت کے ساتھ آپ کئی گھنٹے دارالعلوم میں رہے۔ حضرت مدظلہ سے دینی و علمی مجلسیں رہیں دارالعلوم کے کئی شعبوں کا معائنہ بھی کیا۔ طلبہ نے اس موقعہ پر بروہی صاحب سے تقاضا کیا کہ وہ اپنے ارشادات سے انہیں محظوظ فرمائیں۔ چنانچہ محترم بروہی صاحب نے حسب ذیل عالمانہ اور عارفانہ تقریر میں وقت کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ حضرت شیخ الحدیث نے اس تقریب میں جناب بروہی صاحب کے علم و فضل قانونی مہارت کے ساتھ ساتھ اسلامی جذبات اور اسلام کی ترجمانی کے مساعی کو سراہا اور بروہی صاحب سے فرمایا کہ آپ جیسے جدید تعلیم یافتہ حضرات اگر اسلامی قانون کی قدر و قیمت کو غیروں کے سامنے نمایاں کرتے رہیں گے۔ تو علماء سے زیادہ اچھے نتائج سامنے آسکیں گے۔ آپ لوگ اسلام کی حقانیت ثابت کر کے اتمام حجت کر سکتے ہیں۔ اور میری دعا ہے کہ آپ اسی جذبہ اسی جرأت اور صراحت کیساتھ اسلام کی ترجمانی کرتے رہیں۔ —— ادارہ ——

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) حضور والا! میں حضور (مولانا عبدالحق مدظلہ) کی خدمت میں صرف قدمبوسی کا شرف حاصل کرنے حاضر ہوا تھا۔ اور یہ میری زندگی کا ایک نہایت تاریخی دن ہے۔ اور مدتوں کی آرزوؤں کی تکمیل ہے۔ مگر مجھے خیال نہیں تھا۔ کہ میرے اوپر یہ حکم بھی نافذ ہوگا۔ کہ چند کلمات پیش کر سکوں —— مگر الامر فوق الادب۔ کے ماتحت اور یہ کہ اب اطاعت کے درجے حاصل کر سکوں۔ صاحب کے

علم پر چند کلمات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میری مادری زبان سندھی ہے۔ اور تعلیم ساری انگریزی میں ہوئی تو خیالات جو وارد ہوتے ہیں انگریزی کا جامہ پہن کر، تاہم کوشش کروں گا کہ انہیں اردو کا جامہ پہنا سکوں۔

سب سے پہلی بات میرے نقطۂ نظر سے یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا آغاز اقراء سے ہوتا ہے۔ یعنی پڑھ۔ پہلا امر امت مسلمہ کے لئے — پڑھ — نافذ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد شان نزول کے لحاظ سے — ن والقلم وما یسطرون۔ نون دوات کو کہا جاتا ہے۔ یعنی قلم اور دوات شاہد ہے۔ جس سے وہ لکھتے ہیں۔ تو پہلی بات پڑھنے اور دوسری بات لکھنے کی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کتاب پر جو لکھی ہوئی تقدیر ہے کہ ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ تیلوا علیھم تا آخر حضور نبی کریمؐ کا کام تھا۔ اور یہ باتیں بنیادی طور پر حضورؐ کے ذمہ تھیں۔ تو قرآن میں ہے کہ: وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

حضورؐ جو باتیں کرتے ہیں۔ دماغ سے نہیں۔ بلکہ جو اس کو بتلائی گئی ہے وہی کرتا ہے۔ اور آج کل کے مسلمان سمجھتے ہیں کہ پیغمبر بھی ہمارے جیسے انسان ہوں گے۔ جو دماغ میں آیا اسے پیش کیا ہوگا۔ اور انسان تو خطا کا گھر ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ ان انبیاء سے بھی جو انسان تھے، ان سے بھی بھول ہو گئی ہو۔ آج کل عوام الناس کا تصور یہی ہے کہ خدانخواستہ کچھ چیزیں جو حضورؐ نے ٹھیک بتائی ہوں گی۔ وہ تو ٹھیک ہیں۔ اور قابل عمل۔ اور معاذ اللہ کچھ ٹھیک نہیں ہوں گی، تو اس سے درگذر کریں گے۔

حالانکہ یہ لغویات باتیں ہیں یہ قطعی کفر ہے۔ کہ ہم حضورؐ کے قول میں اور باتوں میں ایسی تقسیم کی لکیر کھینچیں یا یہ کریں کہ ہمیں ان کی بتائی ہوئی بعض باتوں کو، ڈرنائز کرانا ہے۔ یہ ایک اسلامی تصور نہیں۔ انسانی ارتقاء اور علمی ترقی کے ساتھ اسلام میں ترمیم کرانے کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ بتلانے آیا ہوں۔ کہ ایسی باتیں عقیدہ کے لحاظ سے غلط ہیں۔

اسلام کو ماڈرنائز کرنا، یا اس میں ترمیم کی باتیں کرنا قطعاً غیر اسلامی تصور ہے

کیونکہ حضورؐ جو بتاتے ہیں۔ اپنی ہی نہیں بلکہ خدا کی بتلائی ہوئی بات بتلاتا ہے۔ اور تا قیامت ان کی باتوں میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ یہ قرآن سارے کرۂ ارضی کے لئے ہر وقت اور ہر دور کیلئے ہمارے سامنے ہے۔ اور ہماری ہدایت کرتا ہے۔ ھدی للمتقین۔ دوسرا کام حضورؐ کے ذمہ یزکیھم تھا کہ ان کو پاک وطاہر بناؤ۔ نزول قرآن کے بعد قرآن کا ماٹو یہ تھا کہ: لا یمسہ الا المطھرون۔ کہ ناپاک لوگ اسے چھو نہیں سکتے، ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ یہ تو ظاہری ناپاکیوں کے بارہ میں تھا۔ اور دوسرا معنی آیت کا یہ ہے۔ کہ اسے کوئی ایسا شخص نہیں سمجھ سکے گا۔ جس کے قلب میں طہارت نہ ہو سمجھنا بھی

چھپنا تھا۔ اس لئے سمجھ کو بھی باطنی پاکیزگی پر موقوف کر دیا۔ کہ جب تک قلب سلیم نہ ہو۔ یہ کتاب سمجھ میں نہیں آئے گی۔ فرمایا کہ یہ کتاب فہم قرآن باطنی پاکیزگی پر موقوف ہے۔ جو قیامت تک آپ کی ہدایت اور آپ کی مدد کرتا ہے۔ اس میں باطنی آلودگیوں کی وجہ سے رخنہ پڑ جائے گا۔

پھر اس تزکیہ اور ویزکیھم کی حضورؐ نے دو صورتیں پیش کیں۔ ایک صلوٰۃ اس کا مقصد۔ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ یہ نماز ہمیں پلید چیزوں سے پاک کرتی ہے۔ اور اس سے افضل ترین بات ولذکر اللہ اکبر ہے۔ پھر بھی نماز کا کام طہارت بخشنا ہے۔ یہ ویزکیھم کی سب سے اہم کڑی ہے۔ صلوٰۃ میں وضو وغیرہ سے خارجی غلاظتوں سے پاکی آجائے گی۔ اور اندر کی دنیا کو صاف کرنے کا کام خود نماز سے ہوگا۔ دوسری اہم کڑی زکوٰۃ ہے۔ زکّی یزکّی کا مفہوم پاک کرنا ہے۔ یہ پاکی سے ماخوذ ہے۔ اب زکوٰۃ کے متعلق بھی لوگوں کے عجیب تصورات ہیں مگر صرف یہ مطلب نہیں کہ چند پیسے ٹکے کسی کو اس لئے دیدو کہ ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے زکوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ تمہارے کندھوں پر دولت کا جو بوجھ مسلط ہے یہ بسا اوقات پروردگار کی طرف پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ اس کو پھینک دو، ہلکے ہو جاؤ۔ بوجھ سے کر چلو گے تو رفتار میں کمی آئے گی۔ تو جس مال و دولت کی خاص ضرورت نہیں وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان عجیب وغریب طریقوں سے رکاوٹ بن سکتی ہے۔

—— تو جیسا کہ پرانے طبیب نشتر مار کر کچھ خون جسم سے نکال لیتے تھے تو دولت کے دباؤ سے جو بلڈ پریشر انسان میں آجاتا ہے۔ تو زکوٰۃ اور اللہ کی راہ میں دینے سے اس میں کمی آجائے گی۔ اور قلب میں سکون آجاتا ہے۔ کیونکہ فاسد مادہ نکل جاتا ہے۔ اس لئے قرآن میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ساتھ ساتھ رکھا گیا ہے۔ کہ دونوں ویزکیھم کے دو پہلو ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے: ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ یہاں الکتاب کہا گیا۔ القرآن نہیں۔ اور کتاب کا معنی لغت میں لکھی ہوئی چیز ہے۔ ھو المکتوب —— تو انسان کی تقدیر بھی لکھی گئی ہے۔ جسے انسان صرف عقل و دماغ سے ہرگز پہچان نہیں سکے گا۔ حتیٰ کہ حضور اقدسؐ اکرم نہ بتلائیں کہ تمہاری تقدیر کیا ہے۔ اور کیا نہیں۔ اور ویسے تو انسانی جبلتیں حیوانوں کی ہیں۔ مگر حضورؐ کی باتوں سے انسانی ارتقاء ہوتی ہے۔ انسان اپنی حیوانی کیفیتیں پیچھے چھوڑ کر ملکیت کی طرف پرواز شروع کر دیتا ہے۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم۔

اس چھوٹی سی کھوپڑی ہی میں اس تقدیر کا علم و سمجھ نہیں آسکتا تھا۔ اگر حضورؐ اکرم نہ بتلاتے۔ اور اس کی مثال دیتا ہوں۔ اگر رحم مادر میں ایک بچہ ہے۔ اعضاء ابھی نمایاں نہیں ہوئے۔ اور فرض کریں کہ کسی

طریقہ سے اسے یہ بات سمجھائی جاسکے کہ یہ تمہارے چہرے پر جو دو چھوٹے چھوٹے سوراخ ہیں یہ آئندہ آنکھیں بن جائیں گی اور اس سے تم مختلف الوان اور عجیب و غریب چیزیں دیکھ سکو گے اگر تم نے اس پر دست اندازی کی تو اندھے ہو جاؤ گے۔ سب نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے جب دوسری دنیا میں گئے تو پھر تجھے ندامت ہوگی تو کیا اس بچے کے مغز میں بصیرت۔ احوال و کیفیات رنگ و روغن الوان و اقسام دیکھنے کی بات آسکے گی۔؟ ہرگز نہیں تو حضور اقدس ساری عالم انسانیت سے علیحدہ ہو کر انسان کو آج حقائق آنے والی زندگی کی تقدیر بتلاتے ہیں۔ کہ تمہیں کہاں جانا ہے کس مقصد کیلئے آئے تھے اور انجام کیا ہوگا۔ مگر یہ باتیں سمجھ میں نہیں آسکیں گی۔ صرف عقل و دماغ کے بھروسہ پر بلکہ اسی پر ایمان لانا ہوگا۔ یقین و اعتماد کرنا ہوگا تو انسانیت اس رحم مادر میں محفوظ بچے کی طرح ہے۔ حضور نے کہا یہ زمین تیری ماں ہے۔ اس سے تو نکلا ہے۔ اور پھر تجھے واپس ہونا ہے۔ اسی درمیان میں تھوڑا سا وقفہ دیا گیا ہے۔ اسے کس طرح استعمال کرنا ہے۔ الغرض آیۃ الکرسی کی طرح ہے پس یہ بات لکھی گئی کہ انسان کی تقدیر یہ ہے کہ چاہے تو وہ حیوانیت سے بھی بدتر ہو جائے اور چاہے تو ملکیت سے بھی بہتر ———۔

الکتاب سمجھنے کے لئے طہارت کے علاوہ ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہے جس کی تعبیر لفظ تقویٰ اور متقی سے کی گئی ہے۔ ھدیٰ للمتقین۔ یہ متقی کون ہے۔ مفسرین نے یہ معنی کیا ہے کہ خدا سے ڈرنا۔ اور یہ معنی بھی ایک حد تک بالکل صحیح ہے۔ مگر جو محبت کرے اور جس سے خدا محبت کرے وہ بھی تو متقی ہے۔ تو محبت اور ڈر جمع ہونے والی چیزیں تو نہیں۔ تو درحقیقت متقی وہ ہے جو اپنی جبلتوں کو صوبوں کو ایک ضابطہ میں لائے۔ فرمایا۔ افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ حیوانی جبلتوں کی خدا کی طرح پرستش۔

حقیقت تقویٰ | رمضان کا مہینہ آتا ہے تو حکم ہو جاتا ہے۔ کہ حلال چیزوں کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اب جو شخص قوت ارادی والا ہو اور وہ ان چیزوں سے علیحدہ ہو جائے گا۔ تو وہ تقویٰ کے راستے پر گامزن ہے۔ روزے کا مفہوم بھی لعلکم تتقون۔ ہے۔ روزے کا مقصد یہ نہیں کہ خدا کی مخلوق خدا کی ان چیزوں کو چھوڑ دے جو خدا نے انسان ہی کیلئے بنائی ہیں۔ بلکہ اس ذریعہ سے حیوانیت کی کیفیات کو ایک ضابطہ میں لانا اس کو قفل لگانا ہے۔ اور وہ یہ جتلاتا ہے۔ کہ میں صرف حیوان نہیں ہوں سلف کنٹرول کر سکتا ہوں۔ یہی تقویٰ کا معنی ہے۔ اور لوگوں نے عید کا معنی بھی یہ سمجھ لیا ہے کہ ۳۰ روزے ختم ہونے کے بعد ہر بات مباح ہو گئی ہے۔ کہ جو بھی اس دن کرنا ہے اب آج کے دن ہی کر لیں۔ کہ گویا اسلام

نے اجازت دی ہے ـــــ معلوم نہیں کہ یہ کونسا اور کیسا اسلام ہے جسے لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ جبکہ عید کا مطلب تو یہ تھا کہ اب ۳۰ روزوں کے ختم ہونے کے بعد آج ۳۰ دنوں والے احکام نہیں مگر خدا تمہیں آزماتا ہے۔ یہ امتحان کا دن ہے کہ تربیت کا کچھ فائدہ اور اثر ہوا یا نہیں، اب اس کی حالت کیا ہے۔؟ وہی ہے جو پہلے تھی۔ یا اس میں اخلاقی طور سے کچھ تبدیلی آئی اور یہ معاشرہ میں آج کے دن کیا کردار ادا کرتا ہے۔ عید عاد یعود سے یعنی لوٹنا۔ اس میں رمضان کے بعد لوٹنے والی بات ہوئی یا تبدیلی آگئی اور اس میں تیس روزوں کے بعد قوتِ ارادی اتنی بڑھ گئی کہ اب لغویات اور ممنوعات سے کنارہ کشی کر سکتا ہے ـــــ

اسی طرح حج ہے جو عالمِ اسلام کی اجتماعی زندگی کا بہترین مظاہرہ ہے۔ یورپ افریقہ ایشیا سے آنے والے سب الگ الگ کپڑے اتار کر ایک ہی لباس مرنے کے بعد کفن والی حالت میں بھائی بھائی ہو کر اکٹھے ہو کر طواف کرتے ہیں۔ یہ ہے حج ـــــ تو اگر ہمارے اوپر تقوٰی کا قاعدہ حاوی نہ ہو تو بھائی کو بھائی کہنے سے قاصر ہو جائیں گے۔ اس باہمی رواداری اور حسنِ سلوک کیلئے رمضان نے تیار کیا کہ اب حج کی شکل میں اپنی برادری کا سب سے بہتر ثبوت پیش کر سکیں۔

اصلاحِ معاشرہ میں دیگر ازموں سے اسلام کا موازنہ

آج کا نعرہ یہ ہے کہ ایک ہو جاؤ۔ اور نیک ہو جاؤ۔ ایک کرنے کے بعد نیک ہو جانے کا طریقِ کار۔ کیمونزم، میٹیریلزم، سوشلزم وغیرہ کا ہے۔ وہ پہلے ڈنڈے سے ایک کرواتے ہیں۔ نہ ہوگے تو یہ سزا ہوگی۔ اور پھر اس کے بعد خود بخود نیک ہو جائیں گے۔ مگر اسلام کا طریقِ کار اس کے برعکس ہے وہ پہلے تزکیہ کراتا ہے۔ نیک بناتا ہے۔ یعنی اسلام معاشرہ کی تطہیر کی بنیاد نیکی پر رکھتا ہے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ صالحین کا لفظ بہت دہرایا جاتا ہے۔ پھر ایک ہونے کا مرحلہ خود بخود آجاتا ہے۔ سارے عالمِ انسانی کو نفسِ واحدہ کہا گیا۔ حج میں اسی کا مظاہرہ کہ یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔ کا منظر سامنے آتا ہے۔

حکمت، فقہاء اور تدوینِ قوانین

اس کے بعد نبی کے فرائض میں تعلیم کتاب کے بعد تعلیم حکمت ہے۔ والحکمۃ اور حکمت کا سلسلہ تو اتنا طویل ہے کہ کوئی انسان اس چھوٹی سی زندگی میں اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ حضور کا کام یہ بھی تھا کہ امت کو حکیم بنا دے۔ سمجھ والا۔ دانشمند۔ قرآن کے محکمات پر عمل پیرا ہونے سے متشابہات کے علم و فہم بھی آسکے گا۔ ورنہ قرآن کے مخفی خزائن کا علم حکمت کے بغیر کبھی نہیں آسکے گا۔ ہمارے فقہاء امام ابوحنیفہ وغیرہ اسی حکمت سے کام لیا۔ حضورؐ کے احکام اور حضورؐ کی سکھائی ہوئی حکمت سے کام لیتے ہوئے اور سنت کو مدِنظر رکھتے ہوئے امام وغیرہ نے عالمِ انسانی کو تربیت دی اور

اس قانون کو ایسا پیش کیا کہ قانون کے تحت ایک معاشرہ پیدا کیا جائے۔ یہ فقاہت حکمت ہے۔ اور قرآن میں فرمایا گیا ــــ واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم۔ کہ وہ اقوام جو اسلام کے دائرہ میں ابھی داخل نہیں ہوئے۔ اور امیین کے بعد جو آئیں گے ان کا بھی اس دانشمندی اور فقاہت میں اندراج ہو گیا کہ وہ بھی قرآن و حدیث کے سرچشموں سے فقاہت و حکمت کے ذریعہ مستفید ہوں گے۔

حضورؐ کے بعد کسی اور نبی کا تصوّر بھی تکمیل دین کے منافی ہے

تو مذہب اسلام صرف حضورؐ کے زمانہ میں نہیں بلکہ ان کے بعد والوں کے لئے بھی دروازے کھلے رکھتا ہے۔ اور اس کے بعد ذٰلک فضل اللہ۔ فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ پوری انسانیت کیلئے۔ الغرض اسلام پہ مجموعی طور سے ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی چیز ہے۔ اس میں تغیر و تبدیل ترمیم وغیرہ کا حق کسی کو نہیں۔

پھر حضورؐ کا کام اور فرائض اسکی وسعت اور قیامت تک اس کے اثرات اس لئے کہ حضورؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جو بھی نئے مسائل اور نئے تقاضے پیدا ہوں گے۔ اس کا حل حضورؐ کی حکمت سے کریں گے۔ اور یہ کہ حضورؐ کی نبوت ابدی ہے۔ ان کے بعد اسلام کے دائرہ میں آنے والوں کو حضورؐ ہی کی حکمت سے روشنی ملے گی۔

حضرات! میں نے حضرت مولانا کی اطاعت کی ہے۔ اور کچھ کہا ہے۔ مگر میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ مجھے ہمت نہیں کہ میں ان صاحب (حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ) کے سامنے کچھ عرض کرسکوں اتنا عرض ہے کہ حضورؐ نبی کریم کے اور ان کے دین کے بارہ میں کہا گیا کہ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ اب اگر حضورؐ کے بعد بھی کوئی دوسرا پیغمبر آسکے گا۔ تو خدا کے لئے مجھے بتلائیے کہ کا ہے کیلئے آئے گا۔ اسکی ضرورت کیا ہے جب کہ دین ہر طرح مکمل ہو چکا ہے۔ تو گویا تو خدانخواستہ اکملت لکم دینکم غلط ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو پھر دو تین اور پیغمبر شوق سے کھڑا کیجئے۔ لیکن اگر تکمیل ہے تو کسی اور کو کھڑا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

طلب علم پر مبارکباد

حضرات! آپ لوگ یہاں طلب علم میں لگے ہوئے ہیں۔ طلب علم حضورؐ کا سب سے پیارا کام تھا۔ امت کو تلقین کی کہ اطلبوا العلم ولو بالصین چاہے تمہیں اس کے لئے دور دراز ... کیوں نہ جانا پڑے۔ اور فرمایا کہ: من المھد الی اللحد۔ مہد سے لحد تک علم حاصل کرو۔ اور آخر تک ... کی دعا ہے کہ ربّ زدنی علما۔ تو میں اس اہم کام پہ آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔